شاد عظیم آبادی

اردو میں غزل فارسی کے راستے سے آئی اور دکنی شعرا نے اسے دہلی تک پہنچایا۔ بہت تھوڑے عرصے میں اس نے سب سے مقبول صنف کا درجہ حاصل کر لیا۔ ایک لمبی مدت تک اردو شاعری کا مطلب غزل گوئی ہی سمجھا جاتا تھا۔ اردو غزل کے اسی زریں دور میں میر تقی میرؔ، خواجہ میر دردؔ، مرزا رفیع سوداؔ، شیخ ابراہیم ذوقؔ، مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ، حکیم مومن خاں مومنؔ، خواجہ حیدر بخش آتشؔ، انشاء اللہ خاں انشاؔ، غلام ہمدانی مصحفیؔ، اور داغ دہلوی وغیرہ نے اردو غزل کو ایک بلند مقام تک پہنچایا۔ خاص طور پر میرؔ، غالبؔ، دردؔ، آتشؔ اور مومنؔ نے غزل کا رتبہ بہت اونچا کیا۔ ان کے بعد سے غزل میں ایک ٹھہراؤ سا آ گیا۔ لفظ نگاری کا رجحان بڑھا اور غزل کے میدان میں ایسے لوگ نہ رہے جو اپنے اشعار سے لوگوں کو چونکانے، متاثر کرتے اور غزل کی طرف مائل کرتے۔ ایسے دور میں جس شاعر نے غزل کے دورِ جدید کا آغاز کیا وہ ہیں سید علی محمد شاد عظیم آبادی۔

شادؔ 1846ء میں اپنے والد سید عباس مرزا کے گھر پٹنہ سیٹی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت پٹنہ میں ہی ہوئی۔ عربی فارسی کے علاوہ دینی علوم بھی اچھے استادوں سے حاصل کیا۔ بے حد ذہین تھے طبیعت شاعرانہ تھی۔ ۱۳ برس کی عمر سے شعر کہنے لگے۔ شاعری میں انکے استاد الفت حسین فریاد تھے۔ شاد کی مقبولیت انکے زمانے میں ہی بہت ہو چکی تھی شاگرد بھی بڑی تعداد میں تھے۔ حکومت سے خان بہادر کا خطاب بھی حاصل ہوا۔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہونے کے باوجود انہوں نے مرثیہ، رباعی، مثنوی، وغیرہ میں بڑی کامیاب شاعری کی۔ انکا ایک ناول "صورۃ الخیال" عرف ولایتی کی آپ بیتی بھی شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ شاد کا کلیات پروفیسر کلیم الدین احمد نے تین جلدوں میں ترتیب دیا۔ اس سے قبل "نغمۂ بہار" اور "میخانۂ الہام" کے نام سے ان کی شاعری کے مجموعے سامنے آ چکے تھے۔ شادؔ کا انتقال 1927 میں پٹنہ میں ہوا۔

شادؔ جس زمانے میں شاعری کر رہے تھے وہ دہلی کے زوال کا دور تھا۔ دہلی کے بڑے بڑے شعراء دوسری جگہوں کو جا رہے تھے لکھنؤ اس زمانے میں شعراء اور اردو شاعری کا مرکز بنتا جا رہا تھا۔ اس طرح دہلی اور لکھنؤ کے درمیان ایک مقابلہ اور رسہ کشی جاری تھی۔ دونوں جگہ کے شعراء

اپنی برتری ثابت کرنا چاہتے تھے۔ دبستان دہلی اور دبستان لکھنو ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو چکے تھے۔ عام طور پر داخلیت دہلی کی اور خارجیت لکھنو کی پہچان بن چکی تھی۔ ایسے دور میں شاد عظیم آبادی نے دونوں کے بیچ کی ایک راہ بنائی جس نے اعتدال، توازن اور میانہ روی کا نمونہ پیش کیا۔ دبستان دہلی اور دبستان لکھنو دونوں سے جڑے ہوئے شعراء اس رنگ سے متاثر ہوئے۔ اور شاعری خاص طور پر غزل گوئی کو اس سے بہت فائدہ ہوا۔ زیادہ تر اچھے اور مشہور غزل گو شعراء نے اس انداز کو اپنایا اور غزل کے گرتے ہوئے معیار کو بلند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ شاد عظیم آبادی کے ایسے اشعار اس زمانے میں سب کی زبانوں پر تھے۔

ہوں اس کوچے کے ہر ذرے سے آگاہ ۔ ادھر سے مدتوں آیا گیا ہوں
لحد میں کیوں نہ جاؤں منہ چھپائے ۔ بھری محفل سے اٹھوایا گیا ہوں

یہی سلاست اور سادگی تھی جس نے سب کو متاثر کیا۔ اور شعراء جو پیچیدہ اور گنجلک شاعری کو ہی کمال سمجھتے تھے اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہوئے۔ عام فہم الفاظ میں سیدھے سادے لہجے میں بڑی سے بڑی بات کہنا شاد کی خصوصیت ہے۔ وہ نہ الفاظ کی گھن گرج کا سہارا لیتے ہیں نہ منطقی باریکیاں پیدا کرتے ہیں لیکن انکی بات سیدھے دل میں اتر جاتی ہے۔ یہی ان کے لہجے کی انفرادیت ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر

ہمارے زخم دل نے دل لگی اچھی نکالی ہے ۔ چھپانے سے تو چھپ جانا مگر ناسور ہو جانا
خیال وصل کو اب آرزو جھولے جھلاتی ہے ۔ قریب آنا دل مایوس کے پھر دور ہو جانا

شاد کی یہی خوبی انکے لہجے کو ایک صوفیانہ رنگ دے دیتی ہے۔ اس سے کلام کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

دیکھتا تھا جس طرف اپنا ہی جلوہ تھا عیاں ۔ میں نہ تھا وحشی کوئی اس آئینہ خانے میں تھا۔
دیر تک میں ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھا کیا ۔ چہرۂ ساقی نمایاں صاف پیمانے میں تھا۔
میں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر ۔ دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

اس نرم اور میٹھے لہجے میں شاد نے اپنی پہچان بنائی۔ اس لہجے میں لطافت اور شیرینی کے ساتھ ساتھ فکر کی بلندی اور تاثر انگیزی بھی بے پناہ تھی۔ اس لہجے میں انہوں نے بغیر

Scanned with CamScanner

شعور و ہنگامے کے ایسے اشعار کہے ہیں جنہیں ہم انقلابی اشعار کہہ سکتے ہیں

مثلاً:

یہ بزم مئے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی ۔ جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے۔

شاد کو مطلعوں کا بادشاہ کہتے ہیں۔ غزل کے پہلے ہی شعر سے وہ ذہن پر چھا جاتے ہیں

مثال کے طور پر:

اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا ۔ زندگی چھوڑ دے پیچھا مرا میں باز آیا

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں ۔ کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

غضب ہے آدمی کے واسطے مجبور ہو جانا ۔ زمین کا سخت ہونا آسماں کا دور ہونا

انہیں خوبیوں کی وجہ سے شاد عظیم آبادی کی غزل گوئی کا جائزہ لیتے ہوئے کلیم الدین احمد جیسے ناقد نے بھی لکھا ہے کہ اردو غزل کی تثلیث میر، غالب اور شاد ہیں۔

Scanned with CamScanner